مولانا نصرت علی آشیر۔

امام زفر بن الہذیل

نام و نسب

زفر نام اور ابوالہذیل[1] مشہور کنیت تھی۔ اس کے علاوہ آپ کو العنبری، التیمی، الکوفی اور فقیہ الحنفی کی نسبت سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ طاش کبریٰ زادہ نے اپنی کتاب "مفتاح السعادۃ" میں کنیت ابوخالد بھی لکھی ہے۔ والد کا نام ہذیل تھا۔ سلسلۂ نسب معد بن عدنان سے جا ملتا ہے۔ تاریخ ابن خلکان میں آپ کا شجرۂ نسب یوں درج ہے : ابوالہذیل بن قیس بن سلیم بن مکمل بن ذہل بن ذویب بن جذیمہ بن عمرو بن جنجود ابن جندب بن العنبر بن عمر بن تمیم بن مر بن اد بن طانجہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان[3]

ابن حزم[4] نے بھی ابن جندب تک سلسلۂ نسب اسی طرح ذکر کیا ہے، جب کہ طاش[5] کبریٰ زادہ نے دادا کا نام قیس کی بجائے صباح لکھا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سلسلۂ نسب کے کچھ نام حذف کر دیئے ہیں۔

آپ کے والد ہذیل مروان بن محمد کے عہد میں اصفہان کے والی تھے[6]۔ آپ کی والدہ ماجدہ عجمی لونڈی تھیں، جس کی وجہ سے آپ کی شکل و صورت عجمی اور زبان خالص عربی تھی[7]۔ ہذیل اپنی ولایت ہی کے زمانے

---

[1] حافظ ابونعیم اصبہانی : کتاب ذکر اخبار اصبہان ؛ ۱ ؛ ۲۱۲ ، مطبوعہ لندن

[2] طاش کبریٰ زادہ : مفتاح السعادۃ ؛ ۲ : ۱۱۳ ، مطبوعہ حیدرآباد

[3] ابن خلکان : تاریخ ابن خلکان ؛ ۱ ؛ ۲۰۸ ، مطبوعہ ایران ۱۲۸۴ھ (نسخہ سمرقند)

[4] ابن حزم : جمہرۃ الانساب : ۲۰۸ ، مطبوعہ مصر

[5] طاش کبریٰ زادہ : مفتاح السعادۃ ؛ ۲ : ۱۱۳ ، مطبوعہ حیدرآباد

[6] ابن حزم : جمہرۃ الانساب : ۲۰۸ ، مطبوعہ مصر

[7] کردری : مناقب امام اعظم : ۲ : ۱۸۶ ، مطبوعہ ہند

میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ کے چار بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں: (۱) کوثر (۲) ہرثمہ (۳) زفر (۴) صباح[58]۔ حافظ ابو نعیم نے صباح[59] کا ذکر نہیں کیا جو بنو تمیم کے صدقات کے والی تھے۔

ولادت

آپ ۱۱۰ھ[60] میں پیدا ہوئے۔ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں سالِ پیدائش ۱۱۶ھ لکھا ہے[61] لیکن کسی اور تذکرہ نگار نے اس کو اختیار نہیں کیا۔ طاش کبریٰ زادہ اور خیر الدین زرکلی[62] نے اپنی کتابوں میں آپ کا اصلی وطن اصبہان لکھا ہے۔ حافظ ابو نعیم نے اس کو ایک دوسرے انداز سے بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

کان ابو الھذیل باصبھان فی خلافۃ یزید بن الولید بن عبد الملک وکان ینزل قریۃ بُزاء[63]

یزید ابن الولید کے دور میں ابو الہذیل اصفہان میں مقیم تھے اور قریہ بزا میں ان کی آمد و رفت رہتی تھی۔

ان عبارات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام زفر کے والد اصبہان کے والی بننے سے پہلے یہاں کے مکین تھے۔

۱۲۷ھ میں مروان بن محمد کے زمانے میں وہ اصفہان کے والی بنے اور ولایت کے زمانے ہی میں رحلت فرما گئے۔ بُزاء کی بستی اس خاندان کا مسکن تھی۔ زفر اس وقت سترہ برس کے تھے جب آپ کے والد ماجد کو ولایت کا عہدہ تفویض کیا گیا۔ والد کی وفات تک تو آپ اصفہان ہی میں رہے، بعد میں کوفہ آ گئے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تربیت اعلیٰ خاندانی روایات کے مطابق ہوئی جس کی وجہ سے آپ کو دینی علوم سے قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ علما کی مجالس سے فیض یاب ہوتے۔ حدیث سے آپ کو عقیدتاً اُنس رہا، جس کی وجہ سے آپ کی ابتدائی مجالس ایسے حفاظ حدیث کے ساتھ رہیں جو حدیث میں سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ بعد میں جب مسائل

---

[58] ابو نعیم اصبہانی : کتاب ذکر اخبار اصبہان : ۱ : ۳۱۲، مطبوعہ لندن

[59] طاش کبریٰ زادہ : مفتاح السعادۃ : ۲ : ۱۱۳، مطبوعہ حیدر آباد

[60] ابو اسحاق الشیرازی : طبقات الفقہا : ۱۱۳، مطبوعہ بغداد

[61] ابن کثیر : البدایہ والنہایۃ : ۱۰ : ۱۲۹، مطبوعہ مصر۔ [62] خیر الدین زرکلی : الاعلام : ۳ : ۷۸

[63] حافظ ابو نعیم الاصبہانی : کتاب ذکر اخبار اصبہان : ۱ : ۳۱۲، مطبوعہ لندن

کی پیچیدگیوں سے سامنا پڑا تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے درس میں جا کر زانوئے تلمذ تہہ کیا[۱۴] اور پھر وہیں کے ہو رہے۔ آپؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے بیس سال تک کا عرصہ امام ابو حنیفہ کی صحبت میں گزارا[۱۵]۔ پھر امام صاحب کی رحلت کے بعد آپ کی مسندِ درس پر ان کے جانشین بنے[۱۶]۔

اساتذہ

آپ نے علما کی ایک کثیر تعداد سے فیض حاصل کیا۔ نمایاں شیوخ مندرجہ ذیل ہیں[۱۷]:

(۱) محمد بن اسحاق صاحب المغازی (متوفی ۱۵۰ھ)، (۲) سلیمان بن مہران الاعمش (۶۰ تا ۱۴۸ھ)، (۳) یحییٰ بن عبداللہ التیمی، (۴) اسمٰعیل بن ابی خالد الاحمسی، (۵) نعمان بن ثابت الامام ابو حنیفہ (۸۰ھ تا ۱۵۰ھ)، (۶) ایوب بن ابی تمیمہ کیسان السختیانی، (۷) زکریا بن ابی زائدہ (متوفی ۱۵۰ھ)، (۸) سعید بن ابی عروبہ، (۹) یحییٰ بن سعید الانصاری، (۱۰) قیس بن جبیر[۱۸]، (۱۱) عبداللہ بن عبدالرحمٰن الاشجعی (متوفی ۱۸۲ھ)، (۱۲) حجاج بن ارطاۃ[۱۹]

شاگرد

امام زفرؒ علم و عمل کے ایک درخشندہ آفتاب تھے، جس کے نور سے کئی اذہان کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ آپ جب کسی موضوع پر گفتگو کرتے کسی قسم کی کوئی تشنگی نہ چھوڑتے اور جب کسی سے کسی معاملے میں بحث ہو جاتی تو مقابل کی زبان گنگ ہو جاتی۔ آپ نے علومِ دینیہ کو عقل و خرد کی میزان پر لا کر ہر پہلو سے جانچا اور ثابت کر دیا کہ اسلام کا پیش کردہ ضابطۂ زندگی ہر دور کے لیے ایک روشن مینار ہے۔ اس آفتاب کی کرنوں سے کئی آفتاب فیض یاب ہوئے۔ بعض کے نام درجِ ذیل ہیں۔ ان حضرات نے علامہ موصوف سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔

(۱) عبداللہ بن المبارک (۱۱۸ھ تا ۱۸۱ھ)، (۲) شقیق بن ابراہیم البلخی (متوفی ۱۹۴ھ)، (۳) محمد بن الحسن

---

[۱۴] کردری: مناقب امام اعظمؒ: ۲ : ۱۸۵، مطبوعہ ہند [۱۵] ایضاً، ۲ : ۱۰۴

[۱۶] ابن عبدالبر: انتقاء: ۱۷۳، مطبوعہ مصر ۱۳۵۰ھ

[۱۷] علامہ زاہد الکوثری: لمحات النظر: ۱۲، مطبوعہ مصر [۱۸] ایضاً، ص ۱۵

[۱۹] محی الدین نووی: تہذیب الاسماء واللغات: ۱ : ۱۹۷، مطبوعہ مصر

الشیبانی (۱۳۲ھ تا ۱۳۷ھ)، (۴) وکیع بن الجراح (۱۲۷ھ تا ۱۹۷ھ)، (۵) سفیان بن عیینہ (۱۰۷ھ تا ۱۹۸ھ)، (۶) ابو علی عبید اللہ بن عبد المجید، (۷) محمد بن عبد اللہ الانصاری القاضی، (۸) ہلال بن یحییٰ المعروف بہلال الرائے (متوفی ۲۴۵ھ)، (۹) حکم بن ایوب، (۱۰) شداد بن حکیم (متوفی ۲۲۵ھ)، (۱۱) نعمان بن عبد السلام (متوفی ۱۸۳ھ)، (۱۲) مالک بن فدیک، (۱۳) ابو عاصم النبیل الضحاک بن مخلد (متوفی ۲۱۲ھ)، (۱۴) حسن بن زیاد اللؤلؤی (متوفی ۲۰۴ھ)، (۱۵) ابو وہب محمد بن مزاحم المروزی، (۱۶) ابو نعیم الفضل بن وکین (متوفی ۲۱۶ھ)، (۱۷) بشر بن القاسم (متوفی ۲۱۵ھ)، (۱۸) سعید بن اوس (متوفی ۲۱۵ھ)، (۱۹) ابراہیم بن سلیمان (متوفی ۱۷۳ھ)، (۲۰) حسان بن ابراہیم، (۲۱) مسلم بن ابراہیم، (۲۲) اکثم بن محمد، (۲۳) حسن بن الولید، (۲۴) محمد بن اعین، (۲۵) عبد اللہ بن ابی رزمہ، (۲۶) محمد بن وہب، (۲۷) عمر بن الزجاج، (۲۸) عبد اللہ بن داؤد الخریبی (متوفی ۲۱۳ھ)، (۲۹) خالد بن حارث (متوفی ۱۸۶ھ)، (۳۰) عبد الواحد بن زیاد (متوفی ۱۸۶ھ)، (۳۱) یحییٰ بن احمد بن محمد الزجاجی، (۳۲) خلف بن ایوب البلخی (متوفی ۲۱۵ھ)، (۳۳) یحییٰ بن احمد بن محمد بن اسحاق، (۳۴) عبد الرحمٰن بن محمد۔

امام زفر اور حدیث

امام زفر کو حدیث سے والہانہ تعلق تھا۔ آپ قرآنِ مجید کے بعد حدیث سے استنباط کرتے تھے۔ رشد اللہ سندھی نے طبقات القاری کے حوالے سے عبد اللہ ابن المبارک سے امام زفرؒ کا ایک قول نقل کیا ہے۔ عبد اللہ ابن المبارک فرماتے ہیں کہ میں نے امام زفر کو کہتے سنا:

لا ناخذ بالرای مادام اثر اذا جاء الاثر ترکنا الرای۔[۵۲]

جب تک ہمیں کوئی "اثر" ملتا رہتا ہے ہم رائے پر عمل نہیں کرتے اور اگر رائے پر عمل کرتے ہیں اور اس کے بعد کوئی اثر مل جاتا ہے تو عمل بالرائے کو ترک کر دیتے ہیں۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام زفر کی جملہ فقہی آرا یا تو حدیث سے مستنبط ہوتی تھیں یا اگر حدیث نہ ملتی تو پھر قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں رائے اختیار کرتے، اپنے قول کے خلاف کوئی حدیث پا لیتے تو اپنے قول کو ترک کر دیتے اور حدیث کو اختیار کر لیتے۔ اس سے بعض تذکرہ نگاروں

---

[۵۲] رشد اللہ سندھی: کشف الاستار عن رجال معانی الآثار: ۳۵، مطبوعہ ہند ۱۳۴۹ھ

کی ان آرا وکان من اصحاب الحدیث فغلب علیہ الرای کی تاویل کرنا پڑے گی، کہ آپ نے اصحاب حدیث کی وہ روش ترک کر دی جس کی رُو سے حدیث کی عدم موجودگی میں کسی قسم کی کوئی رائے اختیار کی جا سکتی تھی۔ جہاں حدیث نہ ملتی وہاں خاموش رہتے۔ لیکن مسائل کی پیچیدگیاں جب بڑھنے لگیں اور بعض معاملات کی صورتیں ایسی پیش آئیں جن میں متضاد احادیث سامنے آئیں تو پھر احادیث کو سند و نقد کی میزان پر رکھ کر دیکھتے۔ جو حدیث زیادہ راجح نظر آتی اس کو اختیار کر لیتے اور جہاں کوئی حدیث نہ ملتی وہاں دیگر آثار اور تعلیماتِ اسلامی کو مدّ نظر رکھ کر رائے کا اظہار کرتے، اور یہی قیاس تھا۔

آپ کو سند حدیث اور روایتِ حدیث میں مہارتِ تامہ تھی۔ ابو نعیم الفضل بن دکین روایت کرتے ہیں:

قال لی زفر ھات احادیثک اغربلھا لک غربلۃ۔[21]

امام زفرؒ نے مجھ سے کہا کہ اپنی احادیث لاؤ، میں انھیں (جرح و تعدیل) کی چھلنی میں چھان لوں۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے:

کان زفر متقنا حافظا قلیل الخطاء لم یسلک مسلک صاحبہ فی قلۃ التیقظ فی الروایات وکان اقیس اصحابہ واکثرھم رجوعا الی الحق اذا لاح لہ[22]

زفر صائب الرائے، حافظ الحدیث اور قلیل الخطا تھے۔ جن روایات کے بارے میں انھیں خیال ہوجاتا کہ امام ابو حنیفہ نے پوری توجہ سے ان کی چھان پھٹک نہیں کی ہے، ان کا اتباع نہ کرتے۔ گو کہ وہ اپنے تمام ساتھیوں میں سب سے زیادہ قیاس کے معاملے میں مہارت رکھتے تھے اور جب حق ان پر ظاہر ہوجاتا تو وہ اکثر اپنی رائے سے رجوع کر لیتے۔

محمد بن وہب کہتے ہیں:

انہ کان من اصحاب الحدیث وکان احد العشرۃ الذین دونوا الکتب[23]

آپ محدثین میں سے تھے، اور ان دس آدمیوں میں سے شمار کیے جاتے ہیں جنھوں نے تدوین کتب کیں۔

جب جامع سفیان آپ کے سامنے لائی گئی تو آپ نے کہا:

---

[21] کردری: مناقب امام اعظم ۲ : ۱۸۳، مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۲۱ھ

[22] ابن حبان: کتاب الثقات

[23] محی الدین ابو محمد عبد القادر القرشی: ذیل الجواہر المضیہ ۲ : ۵۳۴، مطبوعہ ہند ۱۳۳۲ھ

عن عکرمة قال لما قدم زفر البصرة نقل الیه جامع سفیان فقال ھذا کلامنا ینسب الی غیرنا [۲۴]

عکرمہ سے روایت ہے کہ جب زفر بصرہ آئے تو جامع سفیان آپ کے یہاں لائی گئی تو کہنے لگے یہ ہمارا کلام ہے جو غیروں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

حافظ ابونعیم الفضل بن دکین فرماتے ہیں:

انہ کان ثقة ماموناً [۲۵]

یعنی یہ کہ وہ حدیث میں ثقہ اور غلطیوں سے مامون تھے۔

ابوعمر کہتے ہیں:

انہ کان ثقة فی الحدیث [۲۶]

یہ کہ وہ حدیث میں قابلِ اعتماد شمار کیے جاتے تھے۔

عباس الدوری سے روایت ہے:

سمعت یحیٰی (ابن سعید) یقول انہ ثقة مامون زاھد و بہ عنہ انہ کان غیر مرة یضحہ بالایثاق و الزاھد و الصلاح [۲۷]

عباس الدوری سے مروی ہے کہ انھوں نے یحیٰی ابن سعید سے سنا کہ امام زفر ثقہ، مامون اور زاہد تھے، اور آپ نے بارہا امام زفر کو ثقہ، زاہد اور صالح کے اوصاف سے متصف کیا۔

یحیٰی ابن معین فرماتے تھے: "زفر صاحب الرائے ثقة ماموناً" [۲۸]

ابنِ سعد نے طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے:

لم یکن فی الحدیث بشیء [۲۹]

---

[۲۴] کردری: مناقب امام اعظم: ۲ : ۸۳، مطبوعہ ہند ۱۳۲۱ھ۔ [۲۵] فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ: ۵۹، مطبوعہ نول کشور ۱۳۲۴ھ۔

[۲۶] محی الدین ابومحمد عبدالقادر: الجواہر المضیہ: ۱ : ۲۴۳، مطبوعہ ہند ۱۳۳۲ھ

[۲۷] کردری: مناقب امام اعظم: ۲ : ۱۸۳، مطبوعہ ہند ۱۳۲۱ھ

[۲۸] محی الدین نووی: تہذیب الاسماء و اللغات: ۱ : ۱۹۷، مطبوعہ مصر

[۲۹] ابن سعد: طبقات الکبریٰ: ۶

یعنی امام زفرؒ سے حدیث میں کوئی قابلِ ذکر چیز منقول نہیں ہے۔

علامہ زاہد الکوثری ابن سعد کے اس قول پر اس طرح اظہارِ خیال کرتے ہیں:

قال ابن سعد، لم یکن فی الحدیث بشئ لعله یرید قلة حدیثه لانه یقال فلان لم یکن فی الحدیث بشئ بمعنی انه قلیل الحدیث یعنی فی نظر القائل کما فی الرفع والتکمیل لعبد الحی الکھنوی وھذا ربما یسلم بالنظر الی علم ابن سعد فقط والا فزفر علی علو منزلته فی الاجتهاد حافظ معروف بالاتقان عند ابن حبان وغیره۔[۳۰]

ابن سعد کہتے ہیں کہ امام زفر کی حدیث میں کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں۔ شاید کہ ان کی مراد قلتِ حدیث سے ہو، اس لیے کہ جیساکہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی حدیث میں کوئی چیز نہیں، یعنی اس کی کم حدیثیں ہیں (کہنے والے کی نظر میں) جیساکہ عبدالحی لکھنوی نے درجہ ارفع اور کاملیت سے اس کی تاویل کی ہے۔ یہ بات ابن سعد کی صرف علمی عظمت کی وجہ سے کسی حد تک قابلِ قبول بھی ہے۔ لیکن امام زفر اجتہاد کی اعلیٰ خصوصیات کے حامل تھے۔ پرہیزگاری میں مشہور حافظ حدیث تھے۔

مشہور محدث وکیع ابن الجراح فرماتے ہیں کہ مجھے امام زفر کی مجالس کے سوا کسی مجلس نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا۔ امام زفر ایک قابلِ اعتماد اور غلطیوں سے محفوظ راوی تھے، جس پر ہم عصر علما کے اقوال شاہد ہیں۔ آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ سے کتاب الآثار روایت کی جو آپ سے محمد بن مزاحم المروزی، حکم بن ایوب اور شداد بن حکیم نے روایت کی۔ اس کا تذکرہ امام حاکم نیساپوری کی تصنیف معرفۃ علوم الحدیث کے صفحہ ۴۶ پر موجود ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایک آپ سے روایات ابونعیم کی تاریخ اصفہان اور تاریخ خطیب جیسی کتابوں میں بکھری ہوئی ہیں۔ صحاح ستہ کے مشہور راوی وکیع بن الجراح، محمد بن عبداللہ، الضحاک بن مخلد النبیل اور خلف بن ایوب جیسے نامور آئمہ حدیث کو آپ کا شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

امام زفرؒ اور علمِ فقہ

امام زفر کی پوری زندگی فقہ، ورع، اجتہاد اور عبادت گزاری پر مبنی ہے اور یہی وہ نمایاں خصوصیات

---

[۳۰] زاہد الکوثری: لمحات النظر: ۲۲، مطبوعہ مصر ۱۳۶۸

تھیں جن کی وجہ سے امام صاحب کی رحلت کے بعد تشنگانِ علم و عرفان کی نظریں اس چشمۂ صافی پر مرکوز ہوئیں۔ ملیح بن وکیع اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

قال کان زفر ورعا شدید الورع والاجتہاد والعبادۃ وقلیل الکتابۃ یحفظ ما یسمع حسن القیاس فلما مات الامام اقبل الناس علیہ فما کان یاتی لابی یوسف الا نفر لیسیر النفسان والثلاثہ۔[۳۱]

کہتے ہیں کہ امام زفر نہایت پرہیز گار تھے۔ یہ پرہیزگاری اجتہاد اور عبادت میں غالب اثر رکھتی تھی۔ آپ بہت کم لکھتے تھے۔ جو کچھ سنتے یاد کر لیتے۔ آپ بہترین قیاس کرتے تھے۔ جب امام ابوحنیفہ فوت ہوگئے تو لوگوں نے آپ کو مرکز التفات قرار دے لیا۔ ابویوسف کے ہاں صرف ایک، دو یا تین آدمی آیا کرتے تھے۔

ابنِ حبان نے کہا ہے:

کان فقیہا حافظا قلیل الخطاء[۳۲]

آپ ایک فقیہ، حافظ اور کم غلطی کرنے والے تھے۔

یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں:

قال اکثر المجالسۃ ابی بعد الامام معہ لانہ کان جمع الی الفقہ الورع[۳۳]

میرے والد کی اکثر مجالس امام زفرؒ کے ساتھ رہیں، اس لیے کہ امام زفر میں فقہ اور پرہیزگاری کا امتزاج تھا۔

المدینی الخوارزمی محمد بن حنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ اور ابوبکر بن ابی شیبہ سے امام زفر کے بارے میں استفسار کیا تو دونوں نے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھے، اور ابونعیم اس سے بھی زیادہ مرتبہ دیتے تھے۔[۳۴]

خیرالدین زرکلی نے اپنی کتاب "الاعلام" میں لکھا ہے:

ابوالھذیل فقیہ کبیر من اصحاب الامام ابی حنیفہ[۳۵]

---

[۳۱] کردری، مناقب امام اعظم: ۲ : ۱۸۵، مطبوعہ ہند [۳۲] ابن حبان: کتاب الثقات

[۳۳] کردری، مناقب امام اعظم: ۲ : ۱۸۳، مطبوعہ ہند

[۳۴] زاہد الکوثری: لمحات النظر: ۶، مطبوعہ مصر

[۳۵] خیرالدین زرکلی: الاعلام: ۳ : ۷۸، مطبوعہ مصر ۱۳۷۲ھ

ابو الہذیل (امام زفر) امام ابوحنیفہ کے ساتھیوں میں سے ایک بہت بڑے فقیہ تھے۔

میزان الاعتدال میں ہے:

زفر بن الہذیل احد الفقہاء والعباد صدوق وثقہ ابن معین وغیر واحد[۳۶]

زفر بن الہذیل فقیہوں میں سے ایک فقیہ اور سچے عبادت گزاروں میں سے ایک عابد تھے۔ یحییٰ بن معین اور ان جیسے دوسروں نے بھی انھیں ثقہ مانا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ

اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کے دس نمایاں شاگرد تھے، جو ابو یوسف، زفر، اسد بن عمرو البجلی، عافیہ الاودی، داؤد الطائی، قاسم بن معن المسعودی، علی بن مسہر، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ اور حبان و مندل ابنا علی الغنزی۔ لیکن ابو یوسف اور زفر جیسا کوئی بھی نہ تھا[۳۷]

امام ابوحنیفہ آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ آپ کے تبحر علمی کا اکثر اظہار کیا کرتے۔ امام زفر کی شادی کے موقع پر آپ نے فرمایا:

ھذا زفر من ائمۃ المسلمین وعلم من اعلامھم فی شرفہ وحسبہ ونسبہ[۳۸]

یہ امام زفر مسلمانوں کے امام ہیں، اور اپنے شرف اور حسب و نسب میں سرداروں کے سردار ہیں۔

مصعب بن مقدام سے روایت ہے:

سمعت الامام (ابا حنیفہ) یقول لا اجتمع قلبی کلہ لرجل الا لزفر اذا تکلم[۳۹]

میں نے امام ابوحنیفہ کو کہتے سنا کہ میں نے زفر کے سوا کبھی کسی کی بات دل کی توجہ سے نہیں سنی۔

احمد امین لکھتے ہیں:

---

۳۶ ذہبی: میزان الاعتدال: ۲ : ۷۱، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاہ ۱۳۸۲ھ

۳۷ موفق: مناقب امام اعظم، ۲ : ۲۴۵، مطبوعہ حیدر آباد ہند

۳۸ محی الدین ابی محمد عبد القادر: الجواہر المضیہ: ۱ : ۲۴۳، مطبوعہ حیدر آباد ہند

۳۹ کردری، مناقب امام اعظم: ۲ : ۱۸۹ مطبوعہ حیدر آباد ہند۔

امام زفر من تمیم کان من اشہر اصحاب ابی حنیفۃ وکان امہرہم فی القیاس و اکثرہم التزامًا لمسلکہ فی الرای کان ابوہ ھذیل والیا علی البصرۃ وکانت امہ فارسیۃ فورث وجہہ من امہ ولسانہ من ابیہ وکان قوی الحجۃ مقدما عند اصحاب ابی حنیفۃ قیاسًا - ولد سنۃ ۱۱۰ھ وتوفی ۱۵۸ھ -

ویعجبنی فی المقارنۃ بین الثلاثۃ ما روی عن المزنی صاحب الشافعی انہ جاء رجل فسألہ عن اہل العراق قال ما تقول فی ابی حنیفۃ؟ قال سیدہم - قال فابو یوسف؟ قال اتبعہم للحدیث قال فمحمد بن الحسن؟ قال اکثرہم تفریعا قال فزفر؟ قال احدہم قیاسا [40]

امام زفر تمیمی تھے - ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ مشہور تھے - ان سب سے قیاس میں زیادہ ماہر تھے - اور ان میں سے زیادہ آپ کی رائے کا آپ کے مسلک کی وجہ سے التزام کرتے - آپ کے والد ہذیل بصرہ کے والی تھے اور والدہ فارسی النسل تھیں - آپ کا چہرہ والدہ سے مشابہ تھا اور زبان باپ سے - آپ پختہ دلیل کے مالک تھے - قیاس میں ابو حنیفہ کے شاگردوں میں درجہ اول کے شاگرد تھے - ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۸ھ میں فوت ہوئے -

اور یہ بات مجھے اچھی لگی ہے جو ان تینوں کے درمیان رابطہ پیدا کرنے کے لیے امام شافعیؒ کے شاگرد مزنی سے روایت کی گئی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اہلِ عراق کے بارے میں پوچھا - کہ ابو حنیفہ کے بارے کیا کہتے ہو - جواب دیا کہ وہ اُن کے سردار ہیں - پوچھا ابو یوسف کے بارے میں - جواب دیا کہ وہ ان میں سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے ہیں - پوچھا محمد بن حسن - کہا کہ وہ سب سے زیادہ استنباط کرنے والے ہیں - پوچھا، زفر - جواب دیا کہ وہ ان میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے ہیں -

امام ابو حنیفہ سے عبد اللہ بن عثمان اپنے باپ کے حوالے سے ایک مثال بیان کرتے ہیں :

امام ابو حنیفہؒ کہا کرتے تھے کہ وہ ایک پرندے کی مانند ہیں، جس کا جسم ابو یوسفؒ، دایاں پر محمد بن الحسنؒ اور بایاں پر زفرؒ ہے، اور اس کا کوئی بال و پر نہیں مگر وہ امت کا فقیہ ہے [41]

امام ابن القیم نے "اعلام الموقعین" میں آپ کو کوفہ کے ممتاز مفتیوں میں شمار کیا ہے [42] - ابن عبد البر کہتے ہیں :

---

[40] احمد امین : ضحی الاسلام : ۲ : ۲۰۴، مطبوعہ مصر ۱۳۵۳ھ

[41] کردری : مناقب امام اعظم : ۲ : ۱۰۱، مطبوعہ حیدر آباد ہند

[42] ابن قیم : اعلام الموقعین : ۱ : ۹، مطبوعہ دہلی ہند ۱۳۱۳ھ

زفر بن الهذیل ثم التمیمی فکان کبیرا من کبار اصحاب ابی حنیفة وافقههم کان یقول انه کان احسنهم قیاسا۔[۴۳]

زفر بن الہذیل تمیمی، حضرت امام ابوحنیفہ کے بڑے بڑے شاگردوں میں سے ایک بڑے شاگرد اور سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ان میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے ہیں۔

فضل بن وکین کہتے ہیں جب حضرت امام ابوحنیفہ رحلت فرما گئے تو میں نے امام زفر کی صحبت کو اپنے اوپر لازم کر لیا، اس لیے کہ وہ امام ابوحنیفہ کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ فقیہ اور پرہیزگار تھے۔ میں نے ان سے علم کا گراں قدر حصہ حاصل کیا۔[۴۴]

امام نسفی صاحب المنظومہ حسن بن زیاد کی ایک روایت نقل کرتے ہیں:

ان المقدم فی مجلس الامام کان زفر وقلوب الاصحاب الیه امیل۔[۴۵]

امام ابوحنیفہ کی مجلس میں پہلے درجہ کے تھے اور تمام شاگردوں کے دل آپ کی طرف سب سے زیادہ مائل ہوتے تھے۔

وکیع ابن الجراح کے بارے آتا ہے:

قیل لوکیع تختلف الی زفر فقال غرتمونا بابی حنیفه حتی مات تریدون ان تغرونا عن زفر حتی نحتاج الی اسعد واصحابه۔[۴۶]

وکیع ابن الجراح سے کہا گیا کہ آپ امام زفر کی طرف بہت آتے جاتے ہیں۔ کہنے لگے کہ آپ لوگوں نے مجھے امام ابوحنیفہ کے بارے غلط فہمی میں رکھا، یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔ اب تم امام زفر کے بارے میں مجھے غلط فہمی میں ڈالنا چاہتے ہو یہاں تک کہ اسعد اور ان کے ساتھیوں کا محتاج ہونا پڑے۔

یحییٰ بن اکثم سے ایک روایت حضرت وکیع ابن الجراح کے بارے مروی ہے:

عن یحیی ابن اکثم قال رایت وکیعا فی أخر عمر یختلف الیه بالغدوات والی ابی یوسف بالعشیات ثم ترك ابا یوسف وجعل کل اختلافه الیه لانه کان افرغ وکان

---

[۴۳] ابن عبدالبر: انتقاء: ۱۷۳، مطبوعہ مصر ۱۳۵۰ھ

[۴۴] محی الدین ابی محمد عبدالقادر: الجواہر المضیہ: ۲: ۵۳۴: مطبوعہ ہند ۱۳۳۲ھ

[۴۵] کردری: مناقب امام اعظم: ۲: ۱۸۳: مطبوعہ حیدر آباد ہند [۴۶] ایضاً

بقول الحمد للہ الذی جعلک خلفا لنا عن الامام ولکن لایذھب عنی حسرۃ الامام۔[۴۷]

یحییٰ بن اکثم سے روایت ہے کہ میں نے وکیع ابن الجراح کو دیکھا کہ وہ آخر عمر میں صبح کو امام زفر کے ہاں اور شام کو ابویوسف کے ہاں آتے جاتے۔ پھر انھوں نے امام ابویوسف کے ہاں آنا جانا ترک کر دیا اور صرف امام زفر کے ہاں آتے جاتے، اس لیے کہ آپ زیادہ فارغ ہوتے تھے، اور کہا کرتے الحمد للہ کہ جس نے آپ جیسا جانشین ہمیں عطا کیا۔ لیکن امام صاحب کی حسرت پھر بھی باقی رہے گی۔

شفیق بن ابراہیم کہتے ہیں:

اخذت العبادۃ عن عباد ابن کثیر والفقہ عن زفر۔[۴۸]

میں نے عبادت عباد ابن کثیر سے اور فقہ امام زفرؒ سے حاصل کیا۔

وکیع ابن الجراح فرماتے ہیں:

ما نفعنی مجالسۃ احد مثل ما نفعنی مجالسۃ زفر۔[۴۹]

مجھے کسی کی مجالس نے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا کہ امام زفر کی مجالس نے دیا ہے۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے حضرت امام ابوحنیفہ نے اپنی نیابت کا حق دار حضرت امام زفر کو قرار دیا اور پھر یہ بھی روایت گزر چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ آپ کو صرف ایک فقیہ ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپ کو قاضیوں اور ارباب فتویٰ کا مربی قرار دیتے تھے۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ میرا دل مکمل طور پر اگر کسی کے کلام کی طرف مائل ہوتا ہے تو امام زفر کی طرف مائل ہوتا ہے، جب وہ کلام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر مشہور علما کے اقوال جو ذکر کیے جا چکے ہیں اس بات کی مکمل تائید کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے ہاں امام زفر کا جو مقام تھا وہ اس کے حق دار تھے۔ وہ ایک کامل مجتہد تھے جس کی وجہ سے آپ کی آرا کو کافی وزن حاصل ہے۔ آج تک ان کی آرا منفرد حیثیت میں فقہ کی کتابوں میں محفوظ ہیں، بلکہ اس وقت کا جو نقشہ ابوعاصم النبیل[۵۰] کے اس رویے سے سامنے آتا ہے کہ وہ جب بھی کبھی مجلسِ مناظرہ میں بیٹھتے تو امام ابوحنیفہ اور امام زفرؒ

---

[۴۷] محی الدین ابی محمد عبدالقادر: الجواہر المضیہ: ۲: ۵۳۴، مطبوعہ ہند

[۴۸] کردری: مناقب امام اعظم: ۲: ۱۸۵، مطبوعہ حیدرآباد ہند

[۴۹] ایضاً، ص ۱۸۵

[۵۰] ایضاً۔

کی آرا کو علیحدہ علیحدہ حیثیت میں ذکر کرتے، آپ کی اجتہادانہ حیثیت پر دال ہے۔

ابن خلکان نے معافا بن زکریا کی کتاب "الجلیس والانیس" سے عبدالرحمن بن معز کی ایک روایت جوکہ مختصر صورت میں الجواہر المضیہ میں یوں آئی ہے، نقل کی ہے:

ذکر الحافظ النیسا پوری ان رجلا جاء الی الامام وقال لا ادری اطلقت امراتی ام لا قال لا علیك حتی تتیقن بالطلاق ثم سال الثوری فقال لا تفر بالرجعة فسال شریکا فقال طلقها ثم راجعها۔ فجاء الی زفر فحکی له الاقاویل فقال الامام فقه افتی بالفقه والثوری بالورع واما شریك بالحزم فاضرب لکم مثلاً ان رجلاشك هل اصاب ثوبه نجس ام لا فقال الامام لا علیك قبل العلم بالنجاسة والثوری قال لو غسلته لا علیك واما شریك فقال بل علیه ثم اغسله[۵۱]

حافظ عبداللہ الحاکم نیسا پوری نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے ہاں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا جب تک تجھے طلاق دینے کا یقین نہ آجائے تیری کوئی طلاق نہیں۔ پھر وہ سفیان ثوری کے پاس گیا، انھوں نے کہا رجعت کرلے، تجھے یہ کوئی ضرر نہیں دے گی۔ پھر وہ شریک بن عبداللہ کے پاس گیا، انھوں نے کہا طلاق دے دے اور پھر رجعت کرلے۔ پھر وہ امام زفر کے پاس گیا اور تمام بات سنائی تو امام زفر کہنے لگے کہ امام ابوحنیفہ نے فقہ سے، ثوری نے پرہیزگاری سے اور شریک نے احتیاط سے فتویٰ دیا ہے۔ میں تجھے ایک مثال دیتا ہوں کہ ایک شخص کو کپڑے پر گندگی لگنے کا شک ہوگیا، جب تک یقینی علم نہ ہو کپڑا پاک ہے اور ثوری نے کہا کہ دھو ڈالو تو کوئی مضائقہ نہیں، اور شریک نے کہا کہ اسے پھر گندگی لگاؤ اور پھر دھو ڈالو۔

تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد ان الفاظ کے ساتھ تبصرہ کیا ہے:

وقد احسن زفر فی فضله بین هؤلاء الثلاثة فیما افتی به فی هذا المسئلة وفیما اضربه لسائله من الامثلة[۵۲]

امام زفر نے ان تینوں سے اپنا فتویٰ دینے اور مثال دے کر اپنے مسائل کو سمجھانے میں زیادہ کمال کا مظاہرہ کیا ہے۔

---

۵۱ محی الدین ابی محمد عبدالقادر: ذیل الجواہر المضیہ: ۲: ۵۳۴ مطبوعہ ہند، حیدرآباد۔

۵۲ ابن خلکان: وفیات الاعیان: ۱: ۲۵۸ مطبوعہ ایران (نسخہ سمرقند)

امام ابوحنیفہ اور امام زفر کے اختلافات باہمی تشریحی و تطبیقی بنا پر ہیں۔ اصول وہی تھے جو استاد محترم کے تھے، جس کی تصدیق الضحاک بن مخلد کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ:

سمعت زفر یقول ما خالفت اباحنیفۃ فی قول الا وقد کان ابوحنیفۃ یقول بہ[۵۳]

میں نے امام زفر کو کہتے سنا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ کے قول کی مخالفت نہیں کی بلکہ وہی قول اس سے پہلے امام صاحب سے مروی ہیں۔

(باقی آئندہ)

---

۵۳ محی الدین ابی محمد عبدالقادر: الجواہر المضیہ: ۱: ۲۴۳، مطبوعہ ہند

سطعات

از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی —— اردو ترجمہ: مولانا سید محمد متین ہاشمی

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی برصغیر پاک و ہند کی وہ عظیم شخصیت ہیں، جنھیں پورے عالم اسلامی میں نہایت قابلِ فخر اور بلند مرتبت ہستی سمجھا جاتا ہے —— وہ بہترین مصلح، بہت بڑے مصنف، جید عالم دین، نامور مفسر، جلیل القدر محدث، بہت بڑے فقیہ، بلند پایہ مفکر اور عظیم صوفی تھے۔ ان کی تصنیفات اہلِ علم کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں جن افکار و خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، وہ ہر دور کے لیے مفید اور قابلِ عمل ہیں۔

شاہ صاحب کی گراں قدر تصنیفات میں "سطعات" کو خاص اہمیت حاصل ہے، اس کے اردو ترجمے کی اشد ضرورت تھی۔ ملک کے مشہور عالم مولانا سید محمد متین ہاشمی نے اس کو اردو کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ فاضل مترجم نے حل طلب مقامات پر حواشی بھی تحریر کیے ہیں اور جامع مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے حالات اور ان کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

قیمت: -/۱۳ روپے

ملنے کا پتا:- ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور